حبیب الرحمٰن، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، گورنمنٹ امبالہ مسلم کالج، سرگودھا
ڈاکٹر محمد امجد عابد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
ڈاکٹر بابر نسیم آسی، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جی۔سی یونیورسٹی، لاہور
Habib Ur Rahman, Assistant Professor, Department of History, Govt. Ambala Muslim College, Sargodha.
Dr. Muhammad Amjad Abid, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore.
Dr. Babar Naseem, Associate Professor, Department of Persian, G.C University, Lahore

عہدِسلاطین کے فارسی ملفوظاتی مآخذات کا جائزہ اور اُردوتحقیق میں ان کی ضرورت واہمیت

THE REVIEW OF PERSIAN LANGUAGE HAGIOGRAPHIC DERIVATIVES IN THE REIGN OF DELHI KINGDOM AND THEIR NEED AND SIGNIFICANCE IN URDU RESEARCH

Abstract:
Persian language dominates in language and literature in South Asia due to its rich culture and Kingdom patronship largely. Most of the conqurer adopted it for communication, information and source of Education system of the region to control and rule. In so doing this language prevailed from scholars to researchers.The focus of this article is to investigate how Persian language derivatives are significant even today to explore gross root level causes and effects which prevailed the original thought of historiography and understanding of history in the context of culture, civilizations and religion.The author has highlighted how hagiograph derivatives of letters by well known literary personality like BOU ALI SHAH SIKANDER is helpful in exploring the aesthetic and ethics of the society, which is not only sensible but also sensitive regarding effects of socializaion. Anwar UL Ayoun by Sheikh Ahmad Abdul HAQ is essentially significant for religious tourism and aesthetics of the society. Author has concluded that the middle age Indian historians were mentally impressed from Iranian theory of history and culture. The doctrine of Ibn- e- khaldoun as well supportive to the author as stated in Muqadama Ibn e khaldoun that conquered nations

adopt the culture of conqurer due to its domination. Fortunate of Persian language deep rooted phenomenon has been highlighted by the authors through facts in the article.

Key Words: *Persian, Sub-Continent, Civilization, Language, Conquerers, Histography, Sources, Saints, Utterances.*

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کا قیام۱۲۰۶ءمیں عمل میں آیا[۱] لیکن اس سے دو سو سال پیشتر سلطان محمود غزنوی (م۔۱۰۳۰ء) نے ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ فاتحین جب کسی علاقے کو فتح کرتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان بھی لاتے ہیں جو کہ عام طور پر قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ان فاتحین کے ساتھ علماء، مشائخ اور روحانی شخصیات بھی تشریف لائیں۔ اسلام کی اشاعت میں صوفیاء کا کردار اظہر من الشمس ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کا پھیلاؤ انہیں کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے ممکن ہوا۔ وہ اپنے افکار و خیالات کا اظہار اُسی زبان میں کرتے تھے جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے یعنی کہ فارسی زبان۔ تاریخ نویسی اور تاریخ فہمی کے اعتبار سے فارسی زبان کی بڑی اہمیت ہے۔ ہندوستان کی سیاسی، روحانی، سماجی، ثقافتی اور ادبی تاریخ کے مآخذات فارسی میں موجود ہیں۔ تاریخ، ادب، ثقافت اور روحانیات کا کوئی طالب علم بھی حقائق کی تلاش میں فارسی سے استفادہ کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نتیجتہً اس مولفِ تاریخ کی کاوش نامکمل اور ناقص رہے گی جو فارسی زبان سے بے بہرہ ہو گا۔ عہدِ سلاطین کا ملفوظاتی ادب فارسی ہی میں موجود ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی ملفوظاتی تاریخ میں تحقیق کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا اگر محقق فارسی سے نابلد ہے۔

ملفوظات کیا ہے؟ "ملفوظات مجموعہ ہوتے ہیں ان بیانات کا جو اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب و تحریص کے لیے صوفی بزرگ اپنے مریدوں اور عقیدے مندوں کے مجمع میں بیان کیا کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ ان میں سامعین کی استعداد کا، ان کے امراض قلبیہ کے دفعیہ کا اور ان کی روحانی ترقی کا پورا پورا لحاظ ہوتا ہے۔ اکابر اولیاء میں اللہ کا ذکر بھی آجاتا ہے جو اثر اور تاثیر کو دوبالا کر دیتا ہے۔ ملفوظات کو اشارات و ارشادات اور اقوال و فوائد بھی کہتے ہیں اور ان کے مجموعوں کو کتب اہلِ سلوک اور کتب مشائخ سے تعبیر کرتے ہیں۔" عہدِ سلاطین میں جہاں ہمیں چشتیہ سلسلہ کا عروج دکھائی دیتا ہے وہیں پر سہروردیہ اور قادریہ سلسلہ بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ ذیل میں عہدِ سلاطین کے صوفیاء اور اولیاء کے ملفوظات کا ترتیب وار جائزہ لیں گے تاکہ اس دور کی تاریخ کے چند نئے پہلو سامنے آسکیں۔ عہدِ سلاطین (۱۵۲۶ء۔۱۲۰۶ء) پانچ ادوار پر مشتمل ہے۔[۲]

۱۔ خاندانِ غلاماں (۱۲۹۰ء۔۱۲۰۶ء)

۲۔خاندانِ خلجی (۱۳۲۰ء۔۱۲۹۰ء)

۳۔خاندانِ تغلق (۱۴۱۴ء۔۱۳۲۰ء)

۴۔خاندانِ سادات (۱۴۵۱ء۔۱۴۱۴ء)

۵۔خاندانِ لودھی (۱۵۲۶ء۔۱۴۵۱ء)

عہدِ سلاطین کے ملفوظاتی ماخذات درج ذیل ہیں۔

ا۔کشف المحجوب:

فارسی زبان میں تصوف پر پہلی کتاب ہے۔ یہ اس ملک میں اہل تصوف کی انجیل سمجھی جاتی ہے۔[۳] اس میں تصوف کے طریقے کی تحقیق، اہلِ تصوف کے مقامات کی کیفیت، ان کے اقوال اور صوفیانہ فرقوں کا بیان، معاصر صوفیوں کے رموز و اشارات اور متعلقہ مباحث بیان کیے گئے ہیں۔[۴] اہلِ طریقت میں اس کتاب کو بڑا مرتبہ حاصل ہے۔ مخدوم ہجویریؒ نے کتاب میں محققانہ و مجتہدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، واردات، مکاشفات و مجاہدات وغیرہ کو بھی قلمبند کیا ہے اور مباحث سلوک پر ردوقدح کرنے میں بھی تامل نہیں کیا۔ ان کی کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعہ حکایات وروایات کی نہیں بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب ۳۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں تصوف کی مبادیات، دوسرے حصے میں صوفیاء کے احوال اور تیسرے حصے میں تقریباً ۱۳۰ صوفیاء کے حالات لکھے گئے ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ نے یہ بلند پایہ کتاب بڑے عالمانہ انداز میں لکھی ہے۔ کسی موضوع پر لکھتے ہوئے پہلے آیات قرآن پھر احادیثِ رسول ﷺ اور آخر میں اقوالِ بزرگان لائے گئے ہیں۔ اس کتاب کا طرزِ تحریر مجموعی طور پر سادہ ہے۔[۵] گروہِ صوفیہ میں مسلم الثبوت مانی جاتی ہے۔ متاخرین صوفیہ بیشتر کشف المحجوب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثل سمجھی گئی ہے۔[۶] حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ارشاد ہے "جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائے گا۔ حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ اپنے مکتوبات میں حضرت جہانگیر اشرف سمنانیؒ کے ملفوظات لطائف اشرفی میں، جامیؒ کی نفحات الانس میں، داراشکوہ کی سفینۃ الاولیاء میں جابجا اس کتاب کا ذکر ملتا ہے۔ کشف المحجوب کی تصنیف کا سبب ابو سعید ہجویریؒ کا استفسار ہے جو تصوف کے رموز و اشارات کو حضرت شیخ ہجویریؒ سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ اسی کے جواب میں حضرت شیخؒ نے تصوف کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔[۷] کشف المحجوب سماجی و معاشرتی سطح پر انسانی رویوں کو متوازن بنانے میں بھی رہنمائی کرتی ہے۔ عوام الناس تک حقیقی تصوف پہنچانے میں

اس کتاب کا بڑا حصہ ہے۔[۸] اس میں تصوف کے بہت سے لطائف و حقائق کو جمع کیا گیا ہے۔[۹] تصوف کے نظری پہلو پر ہندوستان میں لکھی ہوئی سب سے پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب اسلامی تصوف کی امہات کتب میں سے ہے۔[۱۰]

۲۔ انیس الارواح:

انیس الارواح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان ہارونیؒ یاہروانی کے ملفوظات ہیں جنہیں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جمع کیا تھا۔حضرت عثمان ہارونیؒ،حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مرشد تھے۔اصل کتاب فارسی میں ہے۔ کتاب میں کل ۲۸ مجالس کا حال قلم بند ہوا ہے۔[۱۱] جن کے مضامین بالترتیب یہ ہیں۔ایمان،مناجات،شہر کی تباہی،عورت کا فرمانبردار ہونا اورغلام کا آزاد کرنا،صدقہ دینا، شراب خوری،مسلمانوں کو ایذاءرسانی،مذمت،گالی گلوچ، کسبِ معاش،مصیبت،جانوروں کا مارنا،فضیلت اسلام،نماز کا کفارہ،سورۃ فاتحہ اور اخلاص،بہشت اور اہلِ بہشت،مسجد کی فضیلت،مذمت مالِ دنیا، چھینک،بیان اذان،مومن، حاجتِ روائی، قربِ قیامت، موت کی یاد،چراغ مسجد،درویش، ٹخنوں سے نیچے لباس، احوال علماء، فضائل توبہ۔[۱۲]

۳۔ دلیل العارفین:

دلیل العارفین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ملفوظات ہیں جنہیں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے جمع کیا تھا۔[۱۳] اصل کتاب فارسی میں ہے۔کتاب میں کل ۱۲ مجالس کا حال قلم بند ہوا ہے۔ ۱۲ مجلسوں کو ۴ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلی مجلس کی تاریخ پانچ ماہ رجب ۵۱۴ھ لکھی ہے۔اس میں حضرت کاکیؒ کے مرید ہونے کا تذکرہ ہے۔اور پھر اولیائے کرام کے بارے میں گفتگو ہے۔دوسری مجلس میں غسلِ جنابت، خشوع نماز و نماز کی فضیلت کا بیان ہے۔ تیسری مجلس بے نمازی کے بارے میں ہے۔ چوتھی مجلس قبر، عذابِ قبر اور معرفت کے بیان میں ہے۔پانچویں مجلس والدین،علماء، قرآن،خانہ کعبہ اور پیر کی فضیلت کے بارے میں ، چھٹی مجلس کراماتِ اولیاء، ساتویں مجلس فضائل سورۃ فاتحہ ، آٹھویں مجلس وظائف واوراد،نویں مجلس سلوک مشائخ، دسویں مجلس صحبت کا اثر،گیارہویں مجلس توکل، بارہویں اور آخری مجلس خلافت عطا کرنے اور وفات کے بارے میں ہے۔[۱۴] جامع ملفوظات نے تاریخوں کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔سوانحی تاریخ کی بھی غلطیاں ہیں۔

۴۔ فوائد السالکین:

فوائد السالکین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ملفوظات ہیں جنہیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے جمع کیا تھا۔(۱۵) اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔کتاب میں کل سات مجالس کا حال قلم بند ہوا ہے۔ان تاریخوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب نے طاریخوں کا خاص اہتمام نہیں کیا ہے۔کتاب میں مجالس کی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ایک کے بعد دوسری مجلس صرف تاریخ کی تبدیلی کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔فوائد السالکین کی تمام مجلسیں ۵۸۴ھ میں منعقد ہوئی ہیں۔(۱۶)کتاب میں ایسے واقعات کی بھرمار ہے جو چشتی صوفیاء کے عقائد اور تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ فوق العادت عنصر کی بھی کمی نہیں اور حوارق کے بیان میں مبالغہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے فوائدالسالکین لکھی ہے اسے بزرگوں کے حالات وسوانح سے ذرا بھر واقفیت بھی نہیں ہے اور اس نے کتاب وضع کرنے میں بھی کسی چالاکی یا ذہانت کا ثبوت نہیں دیا ہے۔مبالغہ آمیز حقایات اور تاریخی اعتبار سے غلط روایت ظاہر کرتی ہیں کہ اس کتاب کا انتساب جعلی ہے۔ نہ یہ قطب صاحبؒ کے ملفوظات ہیں اور نہ ہی ان کے جامع حضرت بابا فریدؒ ہو سکتے ہیں۔ (۱۷)لیکن دوسری طرف نامور مورخ صباح الدین عبدالرحمن انہیں چشتی بزرگوں کے ملفوظات ہی مانتے ہیں۔ شیخ محمد اکرام بھی اسے وضعی سمجھتے ہیں۔(۱۸)

۵۔ راحت القلوب:

راحت القلوب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت بابا فریدؒ کے ملفوظات ہیں جنہیں ان کے خلیفہ حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء نے جمع کیا تھا۔(۱۹) اصل کتاب فارسی میں ہے۔کتاب میں کل ۲۳ مجلسوں کا حال قلم بند ہوا ہے۔راحت القلوب کی تمام مجالس ۶۵۵ھ تا ۶۵۶ھ میں تقریباً ۷ماہ کے دوران منعقد ہوئی ہیں۔ مجلسوں کے مضامین بالترتیب یہ ہیں۔سلوکِ مشائخ، کرامات اولیاء، محبت الٰہی، سماع، پیر اور مرید، معرفت، قصص اولیاء، سالک اور سلوک، فضائل رمضان، اخلاق حمیدہ، کشف، حضور ﷺ اور خلفائے راشدین دین رضوان اللہ علیہم اجمعین، عقل اور علم، فضیلت علم، ذکر کی فضیلت، وظائف، مسالک اربعہ، درود کی فضیلت، اوراد، فضیلت عاشورہ، مجاہدہ، وصالِ نبی ﷺ۔(۲۰)

۶۔ اسرار الاولیاء:

اسرارالاولیاء کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات ہیں جنہیں ان کے خلیفہ اور داماد حضرت بدرالدین اسحاقؒ نے جمع کیا تھا۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ کتاب میں کل ۲۲ مجلسوں کا حال قلم بند کیا گیا ہے۔ پہلی مجلس کی تاریخ شعبان ۶۳۱ھ بتائی گئی ہے۔(۲۱) اس کے بعد کسی مجلس کی تاریخ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ مجلسوں کے مضامین بالترتیب یہ ہیں۔ ذکرِ اسرار، احوال درویشاں، رزق، توبہ، خدمتِ بزرگان، تلاوتِ قرآن مجید، فضیلت سورۃ اخلاص، فرقہ فقر، گلیم وصوف، محبت، خوف وتوکل، ذکر لاطیہ، ذکر درویشی، محبت، عداوتِ دنیا، حسن عقیدہ مریداں، بزرگوں کے ہاتھ چومنا، ذکر طائفہ مستغرق، ذکر علماء ومشائخ، امساک باراں، کشف وکرامات، تعظیم پیر، رنج ومشقت وغیرہ۔ عقیدت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تحریر ہے لیکن سادہ وشستہ زبان ہے۔

۷۔ گنج الاسرار:

اس کتاب کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ گنج الاسرار کے مباحث خاصے دلچسپ ہیں اور انداز بیان بھی کافی صاف اور واضح ہے۔ اس تصنیف کے پیچھے ایک بیدار مغز اور حساس قلب کام کرتا ہوا معلوم دیتا ہے۔ تربیت و اصلاح نفس کو چھوڑ کر دیگر عنوانات پر جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے مذہبی ماحول اور سلاطین سے مذہبی طبقوں کی توقعات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لیکن اے مشائخ چشت کی تصنیف ماننے میں بڑا تامل ہوتا ہے۔ گنج الاسرار میں بعض نظریات ایسے بھی ملتے ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ خواجہ اجمیریؒ کے خیالات نہیں ہو سکتے۔ کتاب میں مولانا جلال الدین رومیؒ(۱۲۷۳-۱۲۰۷ء) کے اشعار درج ہیں جبکہ خواجہ اجمیریؒ کی وفات ۱۲۳۶ءہے۔ ان تمام اعتراضات کے باوجود گنج الاسرار کی ایک اہمیت ہے۔ قرونِ وسطی میں التمش کے مذہبی افکار ورجحانات کے متعلق عوام وخواص کے خیالات کی ایک جھلک اس آئینہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۲۲)

۸۔ سرور الصدور:

یہ کتاب فارسی زبان میں سلطان التارکین صوفی حمید الدین سوالی ناگوریؒ (وفات ۲۹ ربیع الآخر ۶۷۳ھ) بمطابق ۱۲۷۳ء کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے ان کے پوتے خلیفہ شیخ فرید الدین محمود بن شیخ عبدالعزیز نے محمد تغلق کے عہد میں مرتب کیا تھا۔(۲۳) صوفی حمید الدین خواجہ اجمیریؒ کے خلیفہ تھے۔ کتاب کا پورا نام "سرور

الصدور ونور البدور" ہے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے کسی خلیفہ کا اس کے علاوہ کوئی ملفوظ نہیں ملتا۔(۲۴) سرورالصدور میں تصوف، تاریخ تصوف اور سیر صوفیاء کے بارے میں بڑا قیمتی مواد موجود ہے۔ سرورالصدور کے مطالعہ سے قرونِ وسطی کے مسلمانوں کی دینی، سیاسی اور سماجی زندگی کے اہم گوشے بے نقاب ہوتے ہیں۔ شیخ ناگوریؒ تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے اور سرورالصدور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تصوف سے متعلق کسی سوال کا جواب لکھنے کی ضرورت ہوتی تھی تو حضرت خواجہ معین الدینؒ ان سے لکھنے کو فرمایا کرتے تھے۔ سرورالصدور کے مطالعے سے برعظیم میں قرونِ وسطی میں مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں، معیار تعلیم اور علمی فضاء کے بارے میں بڑی اہم معلومات ملتی ہیں۔ سرورالصدور اس عہد کے مذہبی خیالات اور رجحانات کا پر اعتماد مرقع ہے۔ ان ملفوظات کو چشتیہ سلسلہ کی تعلیمات کا مرقع سمجھنا چاہیے۔ شیخ فریدالدین ناگوریؒ مولفِ کتاب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ہم عصر تھے۔(۲۵)

۹۔ فوائد الفواد:

فوائد الفواد حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی ۱۵ سالہ تعلیمات کا نچوڑ ہونے کے علاوہ معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جس میں شریعت، طریقت، عبادات، احسان، عدل، رشد و ہدایت، تاریخی واقعات اور اپنے ہم عصر معاشرے کو درپیش مسائل پر آنجنابؒ نے اظہار خیال فرمایا ہے۔ جامع ملفوظات کا نام امیر حسن علاء سجزیؒ ہے۔ انہوں نے اپنے مرشد گرامی کے ملفوظات جمع کر کے ادب میں ایک نئی صنف بھی بناڈالی۔(۲۶) اہلِ دل کے نزدیک یہ کتاب گویا چشتیہ نظامِ تصوف کا ایک مکمل دستور العمل ہے۔(۲۷) شیخؒ کے ملفوظات کے متعدد مجموعے مرتب کئے گئے لیکن سب سے زیادہ قبولیت "فوائد الفواد" کو نصیب ہوئی۔ حضرت امیر خسروؒ کہا کرتے تھے کہ "اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسنؒ سے نامزد ہو جائیں اور ان کے بدلے میں کتاب "فوائد الفواد" کا حسنِ قبول میرے لیے نامزد ہو جاتا۔(۲۸) مشہور مورخ ضیاء الدین برنیؒ نے اپنے زمانہ کا حال لکھا ہے "دریں ایام فوائد الفواد دستور صادقان ارادت شدہ است۔"(۲۹)

فوائد الفواد میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی ۱۸۸ مجلسوں میں ہونے والی گفتگو سے زیادہ تر انہیں کے الفاظ میں قلم بند کی گئی ہے۔ کتاب کو ۵ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تصوف کے جن موضوعات پر ان مجلسوں میں گفتگو ہوئی ہے ان کا اندازہ ان چند عنوانات سے کیا جا سکتا ہے۔ نگاہداشت ادب پیر، سخن در تزکیہ، در جدّ واجتہاد، در طاعتِ مشائخ، در ترک و تجرید، در اصلِ سلوک، تحقیق ترکِ دنیا، در آدابِ تصوف،

اشاراتِ مشائخ و اصطلاحات ایشاں، دراثرِ صحبت، مرتبہ اصحاب صحو در قبولِ نسف، سخن در ولایت، سخن در سلوک، سخن در خطرہ، عزیمت و فعل، سخن در بخشش، پیرو قابلیتِ مرید، سخن در معاملاتِ فقرا، سخن در ترکِ مخالطتِ خلق، سخن در صبر ورضا، درباب قبول کردن فتوح، در مکارم اخلاقِ درویشاں وغیرہ۔[۳۰]

صحت زبان، صحت روایت، حسن اسلوب اورحجیت کے اعتبار سے یہ کسی صوفی درویش کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو ایک خاص نہج پر اور تاریخ وار مرتب ہوا ہے۔فوائدالفواد نے پہلی بار ملفوظ لٹریچر کے لیے ایک مثالی نمونہ پیش کیا اور بعد میں جمع ہونے والی ملفوظات کی بہت سی کتابوں کے لئے اسی کتاب سے رہنما خطوط ملے۔اس سے پہلے یہ شرف ملفوظات کے کسی اور مجموعے کو حاصل نہیں ہوا تھا کہ اس میں الفاظِ شیخ کوبعینہ لکھنے کا اہتمام کیا گیاہو اور پھر شیخ نے اُس پر نظر ثانی بھی کی ہو۔ فوائد الفواد کے بعد یہ چلن بھی رائج ہوا اور بعض ملفوظات اس اہتمام کے ساتھ قلم بند کیے گئے۔[۳۱]

۱۰۔افضل الفوائد:

یہ فارسی زبان میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو کہ حضرت امیر خسروؒ نے تصنیف کیا۔خسروؒ کو یہ خیال کا غالباً خواجہ حسنؒ کی اسی نوعیت کی کتاب "فوائد الفواد" کو دیکھ کر پیدا ہوا۔[۳۲]افضل الفوائد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ شیخ المشائخؒ کے سب سے چہیتے مرید کی تحریر ہے جس پر دوسرے حاضر باش مریدوں کو رشک آتا تھا۔افضل الفوائد دوحصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں ۳۴ مجالس کا تذکرہ ہے۔دوسرا حصہ ۷امجالس پر مشتمل ہے۔افضل الفوائد حصہ اول میں پہلی مجلس کا آغاز ۷۱۳ھ اور حصہ دوم میں پہلی مجلس کا آغاز ۷۱۹ھ سے ہوتا ہے۔تصوف کے جن موضوعات پر ان مجلسوں میں گفتگو ہوئی ہے ان کا اندازہ چندعنوانات سے کیا جا سکتا ہے۔کلاہِ چہار ترکی، نفلی روزوں کی فضیلت، معاملات، حقوق العباد، اولیائے سلف کا تذکرہ، ذکرِاصحابِ سلوک، سیرت النبی ﷺ، سماع، انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا تذکرہ، اخلاقیات، صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ وغیرہ۔[۳۳]

خسروؒ صاحب طرزِ انشا پرداز تھے۔انہیں طوطی ہند کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔[۳۴]ان کی تحریرنہایت شستہ اور سلیس ہے۔شیخ محمد اکرام، پروفیسر محمد حبیب، نثار فاروقی اور کچھ اور محققین نے اسے وضعی اور فرضی قرار دیا ہے۔لیکن دوسری طرف صباح الدین عبدالرحمان، ڈاکٹر وحید مرزا، خلیق نظامی وغیرہ نے اسے امیر خسروؒ ہی سے منسوب کیا ہے۔ڈاکٹر وحید مرزا لکھتے ہیں"یہ کتاب بظاہر میر حسن کی عظیم

تصنیف "فوائد الفواد" کی تقلید میں لکھی گئی اس لیے یہ اعجازِ خسروی یا خزائن الفتوح سے بالکل مختلف ہے۔اس کی زبان بہت سادہ، سلیس اور لفظی صنائع سے بالکل پاک ہے۔اُس زمانے میں جو فارسی زبان بولی جاتی تھی یہ اس کا عمدہ نمونہ ہے۔"[۳۵]

۱۱۔سیر الاولیاء:

ہندوستان میں تاریخِ تصوف کے موضوع پر فارسی زبان میں سب سے قدیم،اہم اور بنیادی کتاب سید محمد بن مبارک بن محمد علوی معروف بہ امیر خورد کرمانی(ف۔۷۷۰ھ) کی سیر الاولیاء ہے۔صاحبِ کتاب حضرت محبوب الٰہیؒ کے مرید ہیں۔کتاب کا سالِ تصنیف بعہدِ فیروز شاہی ہے۔تاریخِ تصوف کے سلسلے میں اگر ہم کسی ایک مصنف کے احسان مند ہیں تو وہ سیر الاولیاء کا مولف ہی ہے۔آج حضرت خواجہؒ،حضرت قطبؒ،حضرت گنج شکرؒ، شیخ ہانسویؒ،حضرت محبوب الٰہیؒ اور ان کے ممتاز خلفاء کے بارے میں قدیم ترین ماخذ سیر الاولیاء ہے۔اس میں تصوف، تاریخِ تصوف اور ہندوستانی معاشرت کی تاریخ کے طالب علم کے لئے جتنا متنوع، مستند اور مفصل مواد موجود ہے اتنا اس عہد کی کسی ایک کتاب میں نہیں ہے۔[۳۶] بقول پروفیسر محمد حبیب یہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی تاریخ کی بنیادی کتاب ہے۔اگر یہ کتاب زمانہ کی گردشوں سے نہ بچ گئی ہوتی تو ہماری واقفیت سلسلہ چشتیہ سے متعلق اتنی ہی کم ہوتی جتنی کہ سلسلہ سہروردیہ کے متعلق ہے۔[۳۷] اس تذکرے میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے متعلق جو معلومات فراہم کی گئی ہیں بعد کے تمام تذکرہ نگاروں نے انہی پر انحصار کیا ہے۔متاخرین کا شاید ہی کوئی تذکرہ ہو جس میں سیر الاولیاء سے استفادہ نہ کیا گیا ہو۔تذکرہ نگار ثقہ راوی ہونے کے ساتھ سلطان المشائخ اور ان کے جلیل القدر خلفاء کے حالات کا عینی شاہد بھی ہے۔اس لیے سیر الاولیاء میں ان کے حالات، ملفوظات کوششوں اور سلسلہ چشتیاں نظامیہ کے مصارفِ تصوف اور تعلیمات کو نہایت سلیقے سے پیش کیا گیا ہے۔اس تذکرے میں اس دور کی ثقافتی،تہذیبی اور تمدنی روایت کو بھی سمو دیا گیا ہے۔[۳۸] سیر الاولیاء ۱۰ ابواب میں منقسم ایک ضخیم کتاب ہے۔اس کے پانچ ابواب میں چشتی شائخ کے حالات زندگی دیئے گئے ہیں اور باقی پانچ ابواب میں مصنف نے کوشش کی ہے کہ چشتیہ سلسلے کے اصول اور تعلیمات بیان کریں۔[۳۹] مصنف کی جانب سے کہیں بھی مبالغے،شدت یا انتہا پسندی کا اثر نظر نہیں آتا۔اسلوب نگارش آسان، سادہ اور دلکش ہے۔

۱۲۔ دُررِ نظامی:

یہ فارسی زبان میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو کہ ان کے ایک مرید علی بن محمود جاندار نے جمع کیے۔ دُررِ نظامی میں حضرت بابا فریدؒ اور حضرت شیخ المشائخؒ کے بارے میں بڑا اہم مواد موجود ہے۔(۴۰) جامع ملفوظات نے پوری کتاب کو ۳۰ ابواب میں تقسیم کر دیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔ باب اول حضرت محمد ﷺ کی احادیث کا بیان، باب دوم علم اور علماء کے بیان، باب سوم توحید اور معرفت کے بیان میں، باب چہارم توبہ کے بیان میں، باب پنجم اخلاص کے بیان میں، باب ششم محبت اور عشق کے بیان میں، باب ہفتم دیدار باری تعالیٰ کے بیان میں، باب ہشتم نماز کا بیان، باب نہم زکوۃ اور صدقہ کا بیان، باب دہم روزے کا بیان، باب یاز دہم سے باب بستم تک حج، قرآن شریف، ادعیہ و اوراد، آداب، مراقبہ، ترکِ دنیا و لطائف، تواضع، تکبر، تحمل، کرامات اولیاء، سماع، متفرقات، مرض کی فضیلت، اور وصالِ بزرگاں وغیرہ کا بیان ہے۔(۴۱) اس طرح تیس ابواب میں باعتبار موضوع حضرت نظام الدین محبوب الہیؒ کے ملفوظ ارشادات جمع ہوئے ہیں اور ان کا بیشتر حصہ وہ ہے جو فوائد الفواد اور سیر الاولیاء میں بھی ہے۔ کمتر روایات ایسی ہیں جو دُررِ نظامیہ کے سوا کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتیں۔ دُررِ نظامی کی تالیف ۷۵۸ھ کے بعد کی ہے۔(۴۲) کتاب سے صاحبِ تصنیف کی علمیت و قابلیت کا اچھا تاثر قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ملفوظات میں جابجا علمی نکات پیش کیے ہیں۔ ہندوستان کی معاشرتی اور سماجی زندگی کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ یہ فوائد الفواد اور سیر الاولیاء کے مقابلے کا ماخذ ہے۔

۱۳۔ خیر المجالس:

خیر المجالس نصیر الدین محمودؒ اودھی المعروف چراغِ دھلی کے آخری دو سال کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے کیلوکھڑی دہلی کے باشندے حمید قلندر نے ۱۳ صفر ۷۵۵ھ سے جمع کرنا شروع کیا تھا۔(۴۳) خیر المجالس کا پڑھنے والا شیخ نصیر الدینؒ سے مختلف اوقات اور مختلف جذباتی حالات میں ملتا ہے اور ان کی شخصیت اور مختلف مواقع پر ان کے طرزِ عمل سے واقف ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کے ملفوظات میں خیر المجالس اپنے خیالات کی خوبی اور اصطلاحات کی صفائی کی وجہ سے ملفوظات سے بازی لے جاتی ہے۔ اس میں نہ کوئی بے معنی کرامتیں ہیں، نہ مبہم اور لا یعنی گفتار۔ ہمیں خیر المجالس میں ایسی بہت سی تفصیلات ملتی ہیں جن کا فوائد الفواد میں ذکر نہیں ہے۔(۴۴) خیر المجالس عہدِ علائی سے لے کر عہدِ فیروزی تک کا ایک اہم تاریخی ماخذ ہے جو شاہی دربار کی مسموم اور خوشامدانہ فضاء سے دور رہ کر تیار کیا گیا ہے۔ اس عہد کی تاریخ لکھتے ہوئے کوئی ذمہ دار مورخ اس تصنیف دل

پذیر سے صَرف نظر نہیں کرسکتا۔ خیر المجالس ۱۳۵۳ء میں مرتب ہونا شروع ہوئی۔[۴۵] اس کتاب میں ۱۰۰ مجالس کا تذکرہ ہے جو جملہ حکایات عجیبہ اور فوائد نفیہ سے بھرپور ہیں۔[۴۶] تمام صوفیانہ رموز نکات دلچسپ حقائتوں کے پیرایہ میں واضح کئے گئے ہیں۔[۴۷]

۱۴۔ مفتاح العاشقین:

مفتاح العاشقین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے ملفوظات ہیں جو ان کے ایک مرید محب اللہ نے قلم بند کیے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ کتاب میں کل ۱۰ مجالس کا حال قلم بند کیا گیا ہے۔[۴۸] کتاب کے شروع میں مصنف نے اپنا نام تحریر کیا ہے۔ مجلسوں کے بیان میں تاریخوں کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ مجالس کے مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ پیر و مرید، توبہ، مشغول، فرائض ذکر جلی، اوقات نماز، تلاوت قرآن، محبت، سماع، فضیلت کھانا، ترکِ دنیا۔[۴۹] آخری مجلس میں حیران کن بات یہ ہے کہ مصنف کو حضرت چراغ دھلیؒ، ملفوظات کی تالیف کی نہ صرف اجازت دے رہے ہیں بلکہ حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت چراغ دہلیؒ کا بیان ہے کہ "ہیچ شیخی تصنیف نہ کردہ است"[۵۰] ان کے اس قول کی روشنی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ملفوظات فوائد السالکین، مرتبہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ، اسرار الاولیاء ملفوظات بابا فرید گنج شکرؒ، مرتبہ بدرالدین اسحاقؒ، راحت القلوب ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی کیا تاریخی حیثیت رہ جاتی ہے۔ پروفیسر محمد حبیب، نثار احمد فاروقی، شیخ محمد اکرام ان ملفوظات کو وضعی قرار دیتے ہیں جبکہ صباح الدین عبدالرحمن، علامہ اخلاق حسین دہلوی انہیں غیر وضعی تصور کرتے ہیں۔

۱۵۔ احسن الاقوال:

یہ حضرت برہان الدین غریبؒ (۱۳۳۷-۱۲۵۶ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو کہ ان کے مرید حضرت خواجہ حماد بن عماد کاشانی نے مرتب کیا۔ احسن الاقوال آٹھویں صدی ہجری کے ادبی ملفوظات میں ایک اہم اور مستند ماخذ ہے۔ یہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء کے حالات کا ایک اہم ماخذ ہے۔ اسے ۷۳۸ھ بمطابق ۱۳۳۷ء میں مصنف نے مرتب کیا۔[۵۱] حماد کاشانی نے احسن الاقوال میں حضرت غریبؒ کے ۱۲۹ اقوال مختلف عنوانات کے تحت نقل کیے ہیں۔[۵۲] ان اقوال کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں۔ روشن ھائے اصحابِ طریقت و سنن اربابِ طریقت، دررعایت آدابِ مجلس مشائخ بر جادہ و اولیائے صاحب سجادہ، در حسنِ عقیدہ اصحاب اعتقاد، درآداب آمدنِ مرید در خمتِ پیرو رعایتِ آداب در وقتِ تقریر، درآدابِ بیعت، در بیانِ

لباس، در بیانِ محافظتِ خلعت و نفائس پیر، در بیانِ معاملہ نفسِ امارہ و فضائل ناہموارہ، در بیانِ حسنِ معاملہ، در بیانِ فضیلتِ محاسن، در بیانِ اظہار عقیدت اصفیاء و اخبار کرامتِ اولیاء، در فضیلتِ صائم و صوم، در بیانِ صدق و صفاء، در بیانِ تاثیر اصحابِ نعمت، در بیانِ فضیلتِ اِنفاق و احسان، در بیانِ وضوو نمازو نوافل، اوراد، درآدابِ محفل سماع، فضیلتِ تجرید از خلائق، فضیلتِ اصحابِ قناعت، مذمت طمع، علوہمت، لقمہ حرام، مذمتِ حرِص و شہوت، فضیلتِ صدقہ، وضوو نماز، قبولِ فتوحات ار مردمان اور کرامتِ مخدوم۔

حماد کاشانی نے جس محنت اور کاوش کے ساتھ احسن الاقوال کو مرتب کیا ہے اس کی مثال ملفوظات نویسی کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔اُس عہد میں مرتب ہونے والے ملفوظات میں قصےّ کہانیوں کی بھرمار ہے لیکن حماد کاشانی نے اس پرانی ڈگر سے ہٹ کر قلم اٹھایا ہے۔حماد نے اس خانقاہی نظام کا دستور العمل بنا دیا ہے۔بابا فریدؒاور شیخ المشائخؒ کا کوئی سوانح نگار احسن الاقوال سے پہلو نہیں کر سکتا۔اگر کسی شخص نے اُس عہد کی چشتی خانقاہ میں رہنے والے درویشوں کے شب و روز کے آداب و مشاغل کا مطالعہ کرنا ہو تو اسے احسن الاقوال سے بہتر کتاب نہیں مل سکتی۔یہ کتاب مجلسی زندگی کا مرقع ہے۔احسن الاقوال کے گہرے مطالعے سے چشتی خانقاہوں کے اخلاقی نظام اور تعلیمات کا بھی بہت واضح تصور سامنے آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ اصلاحِ اخلاق میں کس حد تک کوشاں رہتے تھے۔اس خصوصیت میں یہ مختصر سی تاریخ بہت سے ضخیم مجموعوں پر بھاری ہے۔(۵۳)

۱۶۔شمائل الاتقیاء:

مصنف کا نام شیخ رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی ہے۔یہ حضرت ب خواجہ برہان الدین غریبؒ(۱۳۳۷-۱۲۵۶ء) کے مرید تھے۔اس کی دوسری تصانیف میں نفائس الانفاس، اذکار المذکور، تفسیر رموز، رموز الوالھین ہیں۔(۵۴) اس کتاب کا سبب تصنیف یہ ہے کہ حضرت غریبؒ نے اپنے مرید سے فرمائش کی کہ وہ تصوف کے بنیادی اصول و مسائل اور طریقت و سلوک کے آداب پر ایک مستند اور جامع کتاب لکھ دیں جس سے تصوف کا مطالعہ کرنے والوں کی رہنمائی ہو۔اس پر رکن الدین دبیر نے غریبؒ کی لائبریری سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کتاب تالیف کی۔(۵۵) مولف نے کتاب کی تالیف کی ابتداء ۷۳۲ھ رمضان المبارک سے کی اور صفر المظفر ۷۳۸ھ میں غریبؒ کی وفات پر ختم کی۔یہ کتاب فوائد الفواد کے طرز پر لکھی گئی ہے۔مصنف نے کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت مستند کتابوں سے اقتباسات ترتیب

دے کر تصوف کے بہت سے موضوعات پر قدماء کے مستند اقوال کی روشنی میں قیمتی مواد جمع کیا۔(۵۶) از ابتداء تا انتہا بھی یہ التزام رکھا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ بھی بتا دیا ہے۔ کتاب چار قسموں پر منقسم ہے۔ قسم اول کے عنوان در بیان افعال اصحاب طریقت و مقاماتِ ساکنان و مرادات مریدان و مطالب طالبان و عجایب و دقایق آن کے تحت ۵۲ بیان، قسم دوم کے عنوان در بیانِ احوال اربابِ حقیقت از انبیاء و احض اولیاء کے تحت ۳۲ بیان، قسم سوم کے عنوان حمد و نعت کے تحت ۴ بیان اور قسم چہارم آدمی و آدمیت کے تحت ۳ بیان ہیں۔ بعد کے زمانے میں "شمائل الاتقیاء" بہت مقبول رہی۔ اسے خانقاہوں میں ایک نصابی کتاب کی طرح پڑھا جاتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظری تصوف کے مباحث پر ہندوستان میں جو بلند پایہ کتابیں لکھی گئی ہیں شمائل الاتقیاء ان میں اہم ترین بھی ہے اور قدیم ترین بھی۔ بابا فریدؒ ہندی اور پنجابی دونوں میں گفتگو کرتے تھے اور ان میں شعر بھی کہتے تھے۔ اس کا سب سے قدیم حوالہ شمائل الاتقیاء میں ہے۔ ہندی میں ان کے دوہے کی ایک پنکتی "شمائل الاتقیاء" میں آئی ہے۔ وہ پنکتی یہ ہے:

"جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سووے داس۔"(۵۷)

۱۷۔ نفائس الانفاس:

یہ فارسی زبان میں یہ حضرت ب خواجہ برہان الدین غریبؒ (۱۳۳۷-۱۲۵۶ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو کہ ان کے مرید عماد کاشانی المعروف بالدبیر نے لکھا ہے۔ ان ملفوظات کا آغاز عماد کاشانی نے ۷۳۴ھ میں کیا ہے۔(۵۸) نفاس الانفاس میں حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے اندازاً ساڑھے پانچ سالوں کے ملفوظات درج ہیں۔(۵۹) نفائس الانفاس میں شیخ المشائخؒ کا ذکر بار بار آیا ہے اس لحاظ سے بھی یہ ایک اہم ماخذ ہے۔ نفائس الانفاس ہی میں عماد کاشانی نے "شمائل الاتقیاء" قلمبند کرنے کا اعتراف کیا ہے۔(۶۰) نفائس الانفاس میں مشائخ ملتان (سہروردی مشائخ) کا ذکر بہت احترام سے کیا گیا ہے۔ یوں یہ سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ کے باہمی تعلقات پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

۱۸۔ خوانِ پر نعمت:

یہ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ (۵ جنوری ۱۳۷۱ء۔ ۵ جولائی ۱۲۶۳ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اسے اُن کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ خوان پُر نعمت کے آغاز میں زین بدر عربی نے معدن المعانی مرتب کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معدن المعانی خوان پُر نعمت

میں ۱۵ شعبان ۷۴۶ھ تک کے ملفوظات درج ہیں۔ اس لیے اس کو معدن المعانی ہی کا ایک تمیمہ سمجھنا چاہیے اس مجموعے میں کل سینتالیس (۴۷) مجالس کے ملفوظات ہیں۔[۶۱] یہ کتاب طرح طرح کے دینی سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے اور ہر سوال ایک الگ موضوع کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر موضوع کے تحت بہت سے نکات ہیں۔ ان میں زیادہ تر تصوف کے جزوی نکات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ فقہی اور شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔[۶۲] انہوں نے تصوف کے خیالات کو نہایت عالمانہ اور پرزور انداز میں ملک میں پھیلایا ہے۔[۶۳]

۱۹۔ معدن المعانی:

یہ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ (۵ جنوری ۱۳۷۱ء۔۵ جولائی ۱۲۶۳ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔[۶۴] یہ کتاب دو جلدوں میں ہے جسے مولانا زین بدر عربی نے، جو مخدوم جہاںؒ کے خاص مریدوں میں ہیں، مرتب کیا ہے۔ اس میں ۷۴۹ھ سے ۷۵۱ھ تک ملفوظات ہیں۔ اس میں نہ صرف صوفیانہ نکات بیان کیے گئے ہیں بلکہ تفسیر، حدیث، فقہی اور شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔[۶۵] صاحب بزم صوفیہ، سید صباح الدین عبدالرحمان نے لکھا ہے کہ:

"اس کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم الملک کی خانقاہ کی مجلسوں میں نہ صرف تصوف کے عقدہ ہائے لاینحل حل کیے جاتے تھے۔ بلکہ وعظ و نصیحت، رشد و ہدایت، اوامر و نواہی، اوصاف حمیدہ اخلاق حسنہ کی تعلیم بھی جاری تھی۔ ان کی تعلیمات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت مذہب اور تصوف دو الگ الگ چیزیں نہیں تھیں بلکہ دونوں ایک ہی شمع کے دو پرتو تھے۔" ان ملفوظات میں تصوف اور تاریخ تصوف کا بہت قیمتی مواد ہے۔[۶۶] جو پاک و ہند میں اسلامی فلسفے کی تاریخ مرتب کرے گا اور بیان و زبان اور طرزِ تفکر کی الجھنوں کو صاف کر کے قدیم خیالات کو زمانہ حال کی اصطلاحات میں پیش کرے گا اسے شیخ شرف الدین منیریؒ کی تصانیف میں سے قیمتی مواد ملے گا۔[۶۷] معدن المعانی میں تعبیر خواب کا ایک خاص باب ہے۔

۲۰۔ مکتوباتِ منیریؒ:

یہ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ (۱۳۷۱ء۔۱۲۶۳ء) کے مکتوبات کے ۳ مجموعے ہیں:

۱۔ مکتوباتِ صدی　　　۲۔ مکتوبات دو صدی　　۳۔ مکتوبات بست و ہشت

ان مکتوبات میں مخدوم جہاںؒ نے تصوف کے دقیق مسائل کو خوب حل کیا ہے۔[۶۸] ان مکتوبات میں تاریخی یا نجی اندراجات نہ ہونے کے برابر ہیں۔فی الحقیقت یہ مکتوبات تصوف،اخلاق اور فلسفہ کے مختلف مسائل پر مستقل رسالے ہیں،جو آپ نے ان لوگوں کی ارشاد و ہدایت کے لئے جو آپ کی مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکتے تھے لکھے۔ جس میں صوفیانہ رسائل نے سب سے زیادہ شہرت پائی اور صوفیائے کبار کے نزدیک قریباً قریباً ایک دستورالعمل کی حیثیت حاصل کرلی وہ یہی مکتوبات ہیں۔[۶۹]حضرت مخدومؒ کی زندہ یادگار اور ان کے علوم و کمالات کا آئینہ ان کے مکتوبات کا وہ نادر مجموعہ ہے جو نہ صرف اس عصر کی تصنیفات میں بلکہ مصارف و حقائق کے پورے اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔علم کی گہرائی تحقیقات کی نُدرت،مشکلات کی عقدہ کشائی، ذاتی تجربات،اذواقِ صحیحہ، مجتہدانہ علم و نظر،کتاب و سنت کے صحیح و عمیق فہم،مقامِ نبوت کی عظمت کے بیان،شریعت کی حمایت اور وجد انگیز نکات اور شرعی لطائف کے اعتبار سے(ہمارے محدود علم میں) پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت مخدوم کے مکاتیب اور مکتوبات امام ربانیؒ کی نظیر نظر نہیں آتی۔ [۷۰]شیخ کے ملفوظات اور مکتوبات میں تصوف کی بنیادی تعلیم کا عطر کشید ہو کر آگیا ہے۔

i۔مکتوباتِ صدی:

مکتوبات صدی حضرت مخدومؒ کی تصانیف میں سب سے زیادہ معروف اور مقبول تصنیف ہے۔زبان فارسی ہے۔یہ مکتوبات تعداد میں ۱۰۰ ہیں[۷۱] جو کہ مخدوم جہاںؒ کے ایک مرید خاص قاضی شمس الدین حاکم چوسہ کے نام ہیں۔اس کے قریب مولانا زین بدر عربی ہیں۔[۷۲] یہ مکتوبات ۷۴۷ھ میں سپردِ قلم ہوئے۔[۷۳] مکتوباتِ صدی میں تصوف کے تمام اہم مسائل زیرِبحث لائے گئے ہیں اور مکتوب الیہ کی سمجھ کے مطابق دلائل و امثال سے بڑے محققانہ انداز میں سمجھائے گئے ہیں۔یہ مکتوبات امرونواہی،قصص وحکایات اور رموزواشارات کا ایک بڑا خزانہ ہے۔یہ کتاب مبتدی،متوسط اور منتہی ہر طبقہ والے کے لیے نسخہ اکبر کا فائدہ رکھتی ہے۔مکتوبات صدی میں تصوف کے تمام اہم مسائل پر مختصر پر محققانہ مباحث ہیں۔مکتوبات کے عنوان درج ذیل ہیں۔توحید و معرفت،سالک کے مراتب و مقامات،مریدوں کے احوال ومعاملات میں توبہ وارادت،عشق و محبت، سلوک و طریقت،مجاہدہ و جذبہ، بندہ ہونا اور بندگی کرنا، تجرید و تفرید،سلامتی وملامتی وغیرہ۔[۷۴]

ii۔مکتوبات دوصدی:

اس کے جامع اور مرتب بھی حضرت زین بدر عربیؒ ہیں۔[۷۵] زبان فارسی ہے۔ مکتوبات دو صدی میں ۱۵۳ مکتوبات ہیں۔[۷۶] ان مکتوبات کی مکتوباتِ صدی سے ۲۲ سال بعد تکمیل ہوئی۔[۷۷] یہ مکتوبات جمادی الاولی۷۶۹ھ اور رمضان المبارک ۷۶۹ھ کے درمیان لکھے گئے ہیں۔یہ مکتوبات مختلف مریدوں کے نام لکھے گئے ہیں۔کسی ایک شخص کے نام نہیں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بعض مباحث میں نوادروتکرار پیدا ہو گیا ہے۔مکتوباتِ دوصدی تصوف میں مفید پُرملاوت کتاب ہے۔

iii۔مکتوباتِ بست وہشت:

یہ مکتوبات حضرت مخدوم جہاںؒ نے اپنے سب سے چہیتے مرید حضرت مولانا برہان الدین مظفر شمسی بلخیؒ کے نام ان کے عرائض کے جواب میں لکھے۔[۷۸] یہ تعداد میں ۲۰۰ سے زیادہ تھے۔زبان فارسی ہے۔ شیخ مظفرؒ نے وصیت کی تھی کہ یہ مکاتیب انہی کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔اتفاق سے یہ ۲۸ خطوط الگ رکھے ہوئے تھے جو دفن ہونے سے رہ گئے۔[۷۹] ان مکتوبات میں زیادہ تر راہِ سلوک میں پیش آنے والی مشکلات کا حل اور اس راہ کی ترقیات و کیفیات کا بیان ہے اور ان شیخ مظفر بلخیؒ کے علوِاستعداد اور انعامات الٰہیہ کا اندازہ ہوتا ہے۔مکتوبات کا یہ مجموعہ "مکتوبات جوابی" کے نام سے موسوم ہے۔[۸۰]

۲۱۔الدرّ المنظوم/جامع العلوم:

یہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ (۱۳۸۴ء۔۱۳۰۷ء) جنہیں سہروردی سلسلے میں حضرت شیخ رکن الدین ملتانی (ف۔۷۳۸ھ) اور چشتی سلسلے میں حضرت چراغِ دہلیؒ (متوفی ۱۳۵۶ء) سے اجازت حاصل تھی،[۸۱] کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو ان کے مرید سید علاؤالدین علی بن سعد حسینی نے ان کے قیام دہلی کے دوران ۱۰ ماہ میں جمع کیے ہیں۔ایک بار ۱۳۷۹ء میں آپ دہلی تشریف لائے۔اس وقت سلطان فیروز تغلق مہم سامانہ کے سلسلے میں دہلی سے باہر گیا ہوا تھا۔آپ کو اس کی ملاقات کیلئے دہلی میں دس مہینے رکنا پڑا۔اس دوران میں لوگ آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر مذہبی، فقہی،صوفیانہ مسائل پر سوالات کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ان تمام ملفوظات کو آپ کے مرید نے جامع العلوم کے نام سے ترتیب دیا تھا۔الدرّ المنظوم اس کا ترجمہ ہے۔[۸۲] ان ملفوظات سے ملتان اور اُچ کے روحانی پسِ منظر سے تھوڑی بہت واقفیت

ہو جاتی ہے۔ (۸۳) اس میں دہلی کے قیام ۸ ربیع الآخر ۷۸۱ھ سے ۱۷ محرم الحرام ۷۸۲ھ تک کے ملفوظات ہیں۔ ان میں تصوف کے تمام حقائق و مصارف ہیں۔ ان کے علاوہ بکثرت ایسے شرعی، فقہی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل بھی ہیں جن کے مطابق ایک مسلمان آج بھی اپنی روزمرہ زندگی کو روحانی، مذہبی اور اخلاقی طور پر سنوار سکتا ہے۔ (۸۴) یہ ملفوظات ہندوستان میں تصوف کے فکری ارتقاء کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ (۸۵)

۲۲۔ خزانہ جواہر جلالیہ:

یہ زبان فارسی میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ (۱۳۸۴ء۔۱۳۰۷ء) کے ملفوظات ہیں۔ (۸۶) ان ملفوظات کا نام شیخ محدث دہلویؒ (۸۷) اور شیخ اکرام (۸۸) "خزانہ جلالی" لکھتے ہیں۔ جامع ملفوظات حضرت مخدومؒ کا مرید فضل اللہ بن ضیاء العباسی ہے۔ مخدومؒ سے اجازت کے بعد فضل اللہ نے ہفتم ماہ رجب ۷۸۰ھ (۱۳۷۸ء) سے ان ملفوظات کو جمع کرنا شروع کیا اور مخدوم کے وصال ۱۱ ذوالحجہ ۷۸۵ھ (۱۳۸۴ء) تک جمع کرتا رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کی عمر کے آخری پانچ سالوں کے ملفوظات ہیں۔ اس میں ۱۰۷ فصول ہیں۔ (۸۹) ہر فصل کا عنوان مختلف دیا گیا ہے۔ عنوانات درج ذیل ہیں۔ توبہ اور اس کی حقیقیت، طہارت، تقوی، سماع، لباس، تربیت مریدین، زکوۃ، سلام، عیدین کے خطابات، سیرت النبی ﷺ، واقعہ معراج، بزرگوں کے اعراس، فضائل رمضان، شادی کی رسمیں، نماز کی پابندی وغیرہ۔

۲۳۔ جوامع الکلم:

یہ فارسی زبان میں حضرت سید محمد الحسینی المعروف بہ سید بندہ نواز گیسو درازؒ (۱۴۲۲ء۔۱۳۱۷ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ یہ ملفوظات ان کے فرزندِ اکبر سید حسین المعروف بہ سید محمد اکبر حسینی نے جمع کیے تھے۔ فاضل مرتب نے ملفوظات نویسی کا آغاز ۱۵ مارچ ۱۴۰۰ء کو کیا اور نو ماہ بعد ۱۰ دسمبر ۱۴۰۰ء کو جوامع الکلم مکمل ہوئی۔ یعنی جوامع الکلم میں ۱۸ رجب ۸۰۲ھ سے ۲۲ ربیع الثانی ۸۰۳ھ تک کی مجلسیں قلمبند ہوئی ہیں۔ اس کتاب میں ۱۳۸ مجالس کے ملفوظات قلم بند ہیں۔ (۹۰) جوامع الکلم بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ گیسو درازؒ حضرت نصیر الدین چراغِ دہلیؒ کے مرید تھے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی وفات ۱۳۵۶ء کے بعد آپؒ ان کے جانشین کی حیثیت سے ۴۴ سال تک دہلی ہی میں مسند نشین رہے۔ تیموری حملے کے دوران آپ نے دکن ہجرت کی۔ حضرت گیسو درازؒ نے ۱۰۵ برس کی عمر پائی اور ان کی زندگی میں ۱۳ بادشاہ دہلی کے تخت پر بیٹھے۔ آپ نے گلبرگہ (دکن) میں ایک عظیم الشان خانقاہ قائم کی۔ (۹۱) اور اپنی وفات ۱۴۲۲ء تک گلبرگہ ہی

رہے اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپؒ مرکز چشتیہ کی مرکزی لڑی کا آخری سلسلہ تھے۔ موصوف بر عظیم پاک و ہند میں ایک صدی میں پیش آنے والے واقعات کے عینی شاہد ہیں۔اس لئے ان کے ملفوظات کا مطالعہ تاریخ کے ایک طالب علم کے لئے بے حد ضروری ہے۔(۹۲) جوامع الکلم چشتی بزرگوں کے متعلق معلومات کی ایک کان ہے اور اگر کوئی شخص چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے حالات لکھتے وقت اس کتاب سے استفادہ نہیں کرتا تو وہ محض جھک مارتا ہے۔اس کتاب میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور ان کے خلفاء اور مریدوں کے حالات اس کثرت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ بزرگوں کا کوئی سوانح نگار اس کتاب سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔(۹۳) ایک طویل اندراج سے اس دلچسپی کا پتا چلتا ہے جو حضرت گیسو درازؒ کو اشاعتِ اسلام سے تھی اور ان دشواریوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے جن سے ہندوؤں کے مضبوط معاشرتی نظام کی وجہ سے مبلغینِ اسلام کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔(۹۴) دکن میں ان کی آمد کے بعد تصوف کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ حضرت گیسو درازؒ اگرچہ ایام کہولت کے آخری دور میں وہاں پہنچے تھے مگر ان کے اندر رشد و ہدایت کا جذبہ پوری حرارت سے موجود تھا۔ دِلی کی سیاسی ابتری اور تیموری آشوب سے نکل کر دکن میں ان کو نہایت پر عظمت مقام حاصل ہوا تھا۔ حضرت گیسو درازؒ نے دکن میں چشتی سلسلہ کے اس سلک کو فروغ دیا جو انسان اور انسان کی محبت اور حرمت پر بہت یقین رکھتا تھا۔ چانچہ دکن کے رہذیبی مزاج کی تشکیل میں ان کے مسلک نے ایک نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔(۹۵)

۲۴۔ تاریخ حبیبی و تذکرہ مرشدی:

یہ حضرت سید بندہ نواز گیسو درازؒ (۱۴۲۲ء۔۱۳۱۷ء) کے حالات و کمالات پر مشتمل کتاب ہے جو کہ مولانا عبدالعزیز بن شیر ملک بن محمد واعظیؒ کی تالیف ہے۔ مصنف موصوف حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ، حضرت صاحبزادہ سید محمد اصغر حسینی اور نبیہ بندہ نواز حضرت شاہ ید اللہ حسینیؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ سن تالیف ۸۴۹ھ بمطابق ۱۴۴۵ء ہے جو کہ زمانہ سلطان علاؤالدین احمد شاہ ولی بہمنی کا ہے۔ موصوف نے اس کتاب کو حضرت شاہ ید اللہ حسینیؒ کی مسند نشینی کے زمانے میں قلم بند کیا۔ کتاب ۱۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابواب کے عنوانات کی ترتیب درج ذیل ہے۔ مبالغت خوارق و کرامات سروری، مواظبتِ دینداری، دین پروری، معالجتِ مرض قلوب طلابِ صادق، موافقتِ عقیدہ پاک احکام سنت و جماعت، معاملت در عطفِ خلافت و اجازت و وکالت، مناسب فضائل ابنائی مخدوم با فضائل ساداتِ طریقت، مباحث در علوم نویسانیدن و تصنیفات و درایتِ ملاحظہ در عرائس و ضیافات،

مداخلت در سماع، مداومت بود ظاہراں عارفِ حق الحقیقت۔[۹۶] کتاب میں ہمیں اس عہد کی سماجی تاریخ کی جھلکیاں ملتی ہیں۔یہ کتاب منفرد ہے۔حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے حالات و کمالات میں یہ کتاب"سیر محمدی"کے بعد قدیم تر ہے۔اس کتاب حضرت خواجہؒ کے اولاد و امجاد کا بھی تفصیلی پتہ چلتا ہے۔

۲۵۔لطائفِ اشرفی:

یہ فارسی زبان میں حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ(۱۴۰۵ء-۱۳۰۶ء)[۹۷] کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔یہ ملفوظات ان کے ایک مرید حاجی نظام غریب یمنیؒ نے جمع کئے تھے[۹۸] جو ۳۰ سال تک حضرت سمنانیؒ کے ساتھ رہے۔حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے بزرگ ہیں۔اس کتاب میں غالباً پہلی بار اصطلاحات صوفیہ کی تشریح کی گئی ہے اور تصوف کے نظری پہلوؤں پر بھی بہت سا قیمتی مواد موجود ہے۔حضرت سمنانیؒ دنیا بھر میں واحد تذکرہ نگار ہیں جو حافظ شیرازیؒ سے اپنی ملاقات کا حال لکھتے ہیں ورنہ حافظ شیرازیؒ کے دوسرے کسی معاصر کا ایسا بیان موجود نہیں ہے۔[۹۹] یہ کتاب ملاقات ومعمولات کا خزینہ ہے۔کتاب میں صاحبِ کتاب نے مختلف مجالس میں اپنے سفر کے واقعات بیان کیے ہیں۔دوران سیر وسیاحت ان کی جن بزرگوں سے ملاقاتیں ہوئیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ۲۔حضرت شیخ علاؤالدینؒ ۳۔حضرت نور قطب عالمؒ
۴۔حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ ۵۔حافظ شیرازیؒ ۶۔ابنِ عربی
۷۔حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ ۸۔حضرت سید علی ہمدانیؒ ۹۔حضرت عبداللہ یافعیؒ
۱۰۔حضرت علاؤالدین سمنانیؒ ۱۱۔حضرت شیخ عبدالرزاق کاشیؒ ۱۲۔حضرت شاہ بدیع الدین مدارؒ
۱۳۔حضرت صابزادہ بندہ نوازؒ

مذکورہ بالا فہرست سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صاحبِ کتاب نے کن مشائخ سے فیض اخذ کیا ہے۔ان مجالس کے واقعات کو اگر یکجا کر لیا جائے تو اس زمانے کے مسلم ممالک کی تہذیب وثقافت کا ایک بہترین مرقع تیار ہو جائے۔

۲۶۔ تحفۃ المجالس:

یہ فارسی زبان میں حضرت شیخ احمد کھٹو (۱۴۴۶ء۔۱۳۳۶ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جو کہ ان کے مرید اور خلیفہ محمود بن سعد بن صدر ایرجی نے جمع کیا ہے۔(۱۰۰) ملفوظات کے اس مجموعہ کے بغیر تاریخ گجرات نا مکمل ہے۔ بقول پروفیسر محمد اسلم حضرت شیخ احمدؒ نے ہماری مذہبی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ میں اپنی سیرت اور کردار کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ راجھستان، گجرات اور کاٹھیاواڑ میں تبلیغ اسلام اور تعمیر ملت کے اہم فریضہ کو جس انہاک، خلوص اور اہتمام سے شیخ موصوف نے انجام دیا ہے اس کی مثال برعظیم کی تاریخ میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔(۱۰۱) تحفۃ المجالس میں اس دور کے کئی ایسے سیاسی واقعات بھی آگئے ہیں جس کا ذکر تاریخوں میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ تحفۃ المجالس سے ہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ احمد کھٹوؒ امیر تیمور کے حملہ کے وقت دہلی میں موجود تھے اور جب امیر تیمور نے ہزاروں باشندگانِ دہلی کو قید کیا تو ادھر شیخؒ ہی کی سفارش پر تمام قیدیوں کو رہائی ملی۔ شیخؒ موصوف کی دوسری خدمات سے قطع نظر ہزاروں قیدیوں کی رہائی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔(۱۰۲) تحفۃ المجالس ہی سے انؒ کا امیر تیمور کے ساتھ سمر قند جانا ثابت ہے۔ سلاطینِ گجرات سے حضرت شیخ احمد کھٹوؒ کے تعلقات خاص طور پر مظفر شاہ، احمد شاہ، اور محمد شاہ سے ان کی عقیدت مندی کا احوال ان ہی ملفوظات کی زبانی معلوم ہوتا ہے۔

۲۷۔ ملفوظات حضرت اخی جمشید راج گیریؒ:

یہ حضرت اَخی جمشید راج گیریؒ (م۔۱۳۹۸ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ یہ زبان فارسی مخطوطہ کی صورت میں خاندانِ تغلق کے عہد میں لکھی گئی۔ جامع ملفوظات کا نام یحییٰ بن علی الاصغر بن عثمان الحسینیؒ ہے۔ جامع ملفوظات نے یہ ملفوظات ۱۳۹۱ء کو جمع کرنا شروع کیے اور حضرتؒ کی وفات ۱۳۹۸ء تک جمع کرتا رہا یوں ان ملفوظات کو حضرتؒ کی آخری عمر کا حاصل سمجھنا چاہیے۔(۱۰۳) صاحبِ ملفوظات حضرت اخی جمشیدؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے خلیفہ تھے۔ ملفوظات میں قصے، کہانیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ملفوظات کی مختلف مجلسوں میں امراضِ باطن، نماز قلبی، نصوص دین، عطیہ مرشد کا احترام، سلام کرنے کے آداب، درویشی میں وراثت نہیں، سماع وغیرہ کا بیان ہے اور چشتیہ اور سہروردی بزرگوں کے واقعات

کا بھی تذکرہ ہے۔ملفوظات میں ہندی دو بڑے بکثرت ملتے ہیں۔اس کے علاوہ "ہندوی" زبان کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ان ملفوظات سے اس دعوی کو تقویت ملتی ہے کہ اردو زبان کی ابتداء خانقاہوں میں ہوئی ہے۔

۲۸۔ملفوظاتِ شاہ عالم:

یہ حضرت شاہ عالم گجراتیؒ (م۔۱۴۷۵ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو کہ ۱۷۸ صفحات میں ایک مخطوطے کی شکل میں موجود ہے۔یہ مجموعہ جسے تذکرہ کہنا چاہیے جامع ملفوظات سید جعفر بدر عالم (۱۶۷۴ء۔۱۶۱۴ء) نے حضرتؒ کی وفات کی تقریبا سوا دو سو سال کے بعد مرتب کیا اسی لئے اس کتاب کو ملفوظات کی بجائے حضرت شاہ عالمؒ کا ایک مستند تذکرہ سمجھنا چاہیے۔اس مخطوطہ میں ۴ محرم ۸۷۷ھ بمطابق ۱۴۷۲ء سے لے کر آخر ماہ ذوالحجہ ۸۷۷ھ ۱۴۷۲ء تک کے ملفوظات ہیں۔فاضل مرتب نے ایک سال میں ۴۲ مجالس کے ملفوظات قلمبند کیے ہیں۔ہر مجلس کے آغاز میں تاریخ درج ہے۔حضرت شاہ عالم بخاریؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے پوتے ہیں۔حضرت شاہ عالم بخاریؒ کا شمار سہروردی سلسلہ کے ان اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جن کے الفاظ طیبہ سے گجرات و کاٹھیاوار کا ذرہ ذرہ معطر ومنور ہو رہا ہے۔ملفوظات میں حضرت شاہ عالمؒ کے علاوہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ، سید صدرالدین راجو قتالؒ اور حضرت قطب العالمؒ کے بارے میں بڑی اہم معلومات ملتی ہیں۔(۱۰۴) مزید یہ کہ گجرات کے بارے میں بھی یہ مجموعہ بڑی اہم معلومات رکھتا ہے۔ ملفوظات حضرت شاہ عالمؒ اور ان کے بزرگوں کے ساتھ سلاطینِ گجرات کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

۲۹۔ملفوظاتِ شاہ میناؒ لکھنوی:

یہ فارسی زبان میں حضرت شیخ محمدؒ بن شیخ قطبؒ المعروف حضرت شاہ میناؒ لکھنوی (۱۴۷۹ء۔۱۳۹۷ء) کے ملفوظات ہیں جنہیں ان کے مرید اور خلیفہ میر سید محی الدین بن حسین رضوی ساکن امیٹھی نے ۱۴۷۹ء کے قریب جمع کیا۔ان ملفوظات سے شاہ میناؒ کے معمولات،ان کی تعلیمات اور اس عہد کے معاشرے پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ان ملفوظات کے مطالعے سے اس عہد کے خانقاہی نظام اور شاہ صاحبؒ کے طریقہ کار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔جامع ملفوظات نے مجالس اور واقعات کی ترتیب میں سنین کا خیال نہیں رکھا۔ملفوظات میں جابجا اونچے پایہ کی علمی کتابوں کے حوالے ملتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بڑے عالم اور پابندِ شریعت بزرگ کے ملفوظات ہیں۔(۱۰۵) تصوف کی اصلاح،شریعت کی

پابندی، بدعتی پیر سے اجتناب، تصوف کی حقیقت، تقوی کا معیار، حقوق العباد پر زور، علم کی اہمیت، توکل، نفلی روزے، عشقِ حقیقی، ضرورتِ شیخ، سالک کے لیے ہدایات، درویش کی صفات، سماع وغیرہ ان ملفوظات کی مجالس کے تذکرے ہیں۔(۱۰۶)

۳۰۔ تحفۃ السعداء:

یہ حضرت شیخ سعدؒ (۱۵۱۶ء۔۱۴۰۸ء) بن مکرم المعروف بڈھن خیر آبادیؒ کے سوانح پر مشتمل ایک نادر مخطوطہ ہے۔ جامع سوانح کا نام خواجہ جمال ہے۔ اس تذکرے کی تحریر فاضل مصنف نے حضرت شیخ سعدؒ کی وفات کے تقریبا ۷۰ سال کے بعد عہدِ مغلیہ میں کی ہے۔ تحفۃ السعداء اس لحاظ سے بڑی اہم تصنیف ہے کہ اس میں شیخ قوام الدینؒ، شیخ سارنگؒ، مخدوم شاہ میناؒ لکھنوی، شیخ سعدؒ اور ان کے جانشینوں کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔(۱۰۷) تحفۃ السعداء ہی میں بابر بادشاہ کے شیخ سعدؒ کے جانشین سراج الاسلام محمودؒ کے ساتھ تعلقات اور ہمایوں اور بابر میں رنجش کا ذکر آیا ہے۔ اسی کتاب سے حضرت شیخ سعدؒ اور سلطان سکندر لودھی کی ناراضی کا پتہ چلتا ہے۔ موسیقاروں کی سرپرستی اور مقامی زبان کا استعمال بھی اسی تذکرے میں ملتا ہے۔

۳۱۔ مُخُ المعانی:

اس نام سے عہدِ سلاطین میں دو کتابیں ملتی ہیں۔ ایک امیر حسن علی سجزی دہلویؒ کی تصنیف ہے جو انہوں نے ۲۳ محرم الحرام ۷۱۲ھ میں مکمل کی۔ دوسری کتاب حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ (۱۳۷۱ء۔۱۲۶۳ء) کی تصنیف ہے۔ عنوان کے مطابق اس مقالے میں دوسری کتاب زیرِ نظر ہے۔ حضرت مخدومؒ کی کتاب "مُخُ المعانی" کو ان کے مرید شیخ شہاب الدین عماد نے مرتب کیا۔ اس میں مختلف مسائل مثلاً رجب کے روزے کی فضیلت، توبہ، لیلۃ الرغائب، تلاوت کلام پاک، ادعیہ، کھانے کے آداب، شہیدوں کا مرتبہ، شبِ معراج، علم کسبی وغیر کسبی، شبِ برات، نمازِ تراویح، پیر، مردِ کامل، تعبیرِ خواب، توبہ موسیٰؑ، تصفیہ و تزکیہ باطن، صلابت، امیر المومنین حضرت عمر فاروق، جوعِ صادق، رجوع، وقوف، فکر، کدورت، ہائے بشر وغیرہ وغیرہ ارشادات گرامی ہیں۔ کتاب مذکورہ میں کل ۵۱ مجلسوں کے ملفوظات ہیں۔(۱۰۸)

۳۲۔ صحیفہ نعتِ محمدی ﷺ:

یہ ضیاء الدین برنی کی تصنیف ہے۔سنِ تالیف تقریبا ۱۳۵۷ءہے۔بقول مصنف جب وہ بھٹنیر کے قلعے میں پانچ ماہ نظر بند رہے تو انہیں مدح رسول ﷺ میں ایک کتاب مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ صحیفہ نعت محمدی ﷺ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ہر باب میں متعدد فصلیں ہیں۔فصلیوں کی تفصیل یوں ہے۔باب اول پندرہ فصیلوں پر محیط ہے۔سرورِ کونین ﷺ کی دانش روحانی، خلقِ عظیم، شانِ پیغمبرانہ اور بصیرت موضانہ وغیرہ ان فصیلوں کے موضوعات ہیں۔باب دوم گیارہ فصیلوں پر مشتمل ہے۔شمائل مبارکہ،عادات و خصائل،معمولات، متروکات وغیرہ ان کے عنوانات ہیں۔ باب سوم ۹ فصیلوں پر محیط ہے۔اس کے عنوانات شاہانِ عصر کے نام حضوراکرم ﷺ کے نامہ ہائے مبارک ، احکام، ارشادات سفر وغیرہ ہیں۔باب چہارم اکیس فصیلوں پر مشتمل ہے اس میں معجزات اور معراج کا بیان ہے۔ باب پنجم ۷ فصیلوں پر مشتمل ہے۔حضور اکرم ﷺ کے حوالے سے امت کے فرائض، امر و نہی کی پابندی، ادب و آداب رسول مقبول ﷺ، محبتت رسول ﷺ، حدیث نبوی کا اتباع وغیرہ اس باب کے موضوعات ہیں۔ پوری کتاب صاف اور سلیس اسلوب میں لکھی ہوئی ہے۔(۱۰۹)

متذکرہ بالا ملفوظاتی ماخذات کے علاوہ مکتوبات بو علی شاہ قلندرؒ ، حکم نامہ شرف الدینؒ، مثنوی کنزالاسرار، رسالہ عشقیہ، حمید الدین ناگوریؒ کی شرف الانوار، سید محمد بلاق چشتیؒ کی روضہ الاقطاب، شیخ احمد عبدالحقؒ کی انوارالعیون، شیخ یوسف گدامرید چراغ دہلیؒ کی تحفۃ النصائح، دیوان جمال ہانسویؒ، دیوان حسن سجزیؒ، سید محمد بلاق چشتیؒ کی مطلوب الطالبین دیوان مسعود بک، مراۃ العارفین، تمہیدات از مسعود بک، مفتاح الطابین، ملفوظات شکالیؒ، محمد جمال قوام کی قوام العقاید، خواجہ سید محمد امام کی انوارالمجالس، ہدایۃ القلوب اور دلیل الساکین ملفوظات حضرت شیخ زین الدین دولت آبادیؒ، رسالہ احوال پیران چشت از بہابن نبیہ حمید الدین ناگوریؒ، مولانا فخر الدین زرادیؒ کی اصول اسماع وغیرہ بھی عہدِ سلاطین کے ملفوظاتی ماخذات ہیں۔علاوہ ازیں طویل فہرست تصنیفات گیسو درازؒ ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ "ملفوظات لٹریچر ہندوستان کی تہذیب و فکری تاریخ کا بیش قیمت سرمایہ ہے اس سے نہ صرف صوفیاء کرام کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس دور کی ذہنی فضاء،معاشی حالات،ادبی تحریکات اور سماجی رجحانات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔" قرونِ وسطی کے بیشتر ہندی مورخین ایرانی نظریہ تاریخ سے متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ اس

دور کی تاریخوں میں صرف بادشاہوں کے حالات اور جنگی میموں کی تفصیل ملتی ہے۔عوام کی زندگی اور ان کے مسائل کی کہیں بھی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ملفوظات ہمارے تاریخی ماخذ کی اس تکلیف دہ کمی کو ایک حد تک پورا کر سکتے ہیں کیونکہ ان میں عوام کے دلی جذبات،ان کی پوشیدہ آرزوئیں،کشمکش حیات میں ہار جیت،ان کی مایوسیاں اور پریشانیاں،ان کی معصوم مسرتیں سب ہی محفوظ ہو گئی ہیں۔ان ملفوظات کے مطالعہ سے تاریخ کے کئی اہم گوشے سامنے آسکتے ہیں۔ اگر اسلامی ہند کی جدید تاریخ مرتب کرتے وقت ان ملفوظات سے استفادہ کیا جائے تو آج ہماری تاریخ اس تاریخ سے جو ہمارے نصاب میں شامل ہے بالکل مختلف ہو گی۔

ماخذات کے بغیر کوئی سا بھی علمی و تحقیقی کام مناسب طور پر تشکیل نہیں پا سکتا۔ہمارے ہاں اصلی ماخذات کے استعمال کے بجائے ماخذات کے انگریزی تراجم خصوصاً ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن یا وی اے۔سمتھ،کیمبرج ہسٹری یا آکسفورڈ ہسٹری کا سہارا لیا جاتا ہے۔یہ حقیقت کم و بیش سبھی پر روشن ہے کہ چند در چند وجوہات کی بناء پر برصغیر پاکستان و ہند میں فارسی آثار سے براہ راست استفادے کا رجحان دن بدن کم ہورہا ہے۔چند گنے چنے اصحاب کے علاوہ اکثر حضرات ان فارسی کتابوں کے انگریزی یا اردو تراجم سے رجوع کرتے ہیں۔کسی بھی زبان کے علمی و تاریخی سرمایہ کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بقول نقاد بڑا مشکل کام ہے۔یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے جو بڑی مہارت اور ریافت چاہتا ہے۔تاریخی حقائق بدل جاتے ہیں جو کہ امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔اس لیے تاریخ کی تحقیق کو معتبر اور موقر بنانے کے لیے فارسی کا علم ناگزیر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ سلاطین ہندوستان، جلد اول، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۵۰

۲۔ وی۔ڈی۔مہاجن، The Sultanate of Delhi، ایس چاند اینڈ کمپنی، نئی دہلی، ۱۹۶۳ء، ص ۳۵

۳۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ صوفیہ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۴۹ء، ص ۶۹۷

۴۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵۷

۵۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، مجلسِ صوفیہ، مجلسِ نشریات، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲

۶۔ علامہ ظہیر الدین بدایونی، کشف المحجوب (ترجمہ)، کتب خانہ شانِ اسلام، لاہور، ص ۱۲

۷۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، مجلسِ صوفیہ، مجلسِ نشریاتِ، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲

۸۔ محمد الیاس عادل، اولیائے لاہور، مشتاق بک کارنر، لاہور، ص ۵۰۸

۹۔ مولانا سید عبد الحیی ندوی، نزہۃ الخواطر، دارالاشاعت، کراچی، جلد اول دوم، ۲۰۰۸ء، ص ۱۷۴

۱۰۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۰۱

۱۱۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۷

۱۲۔ عنصر صابری، ہشت بہشت، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۵

۱۳۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۷

۱۴۔ علامہ عنصر صابری، ہشت بہشت، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۷۵

۱۵۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۷

۱۶۔ علامہ عنصر صابری، ہشت بہشت، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۴۱

۱۷۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۶۲

۱۸۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۱۸

۱۹۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۸۱

۲۰۔ علامہ عنصر صابری، ہشت بہشت، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۲۰۸

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۰۷

۲۲۔ خلیق احمد نظامی، سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات، نگارشات لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۴

۲۳۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۰

۲۴۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۹

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۱

۲۶۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۲۱

۲۷۔ عبد الماجد دریابادی، تاریخ تصوف، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۶ء، ص ۱۵۰

۲۸۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، مجلسِ صوفیہ، مجلسِ نشریاتِ، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۲۴۵

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۴۶

۳۰۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۰۶

۳۱۔ حضرت امیر حسن سجزیؒ، فوائد الفواد، اکبر بک سیلرز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۳

۳۲۔ ڈاکٹر وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۴۶

۳۳۔ ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید، افضل الفوائد، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۳

۳۴۔ ڈاکٹر وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۸

۳۵۔ ایضاً، ص ۲۴۶

۳۶۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۰

۳۷۔ پروفیسر محمد حبیب، حضرت نظام الدین اولیاؒ حیات اور تعلیمات، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۱

۳۸۔ اعجاز الحق قدوسی، سیر الاولیاء، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۳۰

۳۹۔ پروفیسر محمد حبیب، حضرت نظام الدین اولیاؒ حیات اور تعلیمات، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۳

۴۰۔ مولانا علی محمود بن جاندار، دُررِ نظامی، ادارہ پیغام القران، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱

۴۱۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۲۹، ۲۰۷

۴۲۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۴۹

۴۳۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۱

۴۴۔ پروفیسر محمد حبیب، حضرت نظام الدین اولیاؒ حیات اور تعلیمات، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۱۔۱۰

۴۵۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۲

۴۶۔ حمید شاعر، خیر المجالس، ادارہ پیغام القران، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۴۲

۴۷۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، مجلسِ صوفیہ، مجلسِ نشریاتِ، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۳۱۳

۴۸۔ ایضاً، ص ۳۱۵

۴۹۔ علامہ عنصر صابری، ہشت بہشت، پروگریسو بکس لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۵۱

۵۰۔ حمید شاعر، خیر المجالس، ادارہ پیغام القران، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰۱

۵۱۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۵۶

۵۲۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۰۷

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۲۶

۵۴۔ ایضاً، ص ۲۰۹

۵۵۔ ایضاً، ص ۲۰۸

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۰۸

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۰۳

۵۸۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۸۱

۵۹۔ ایضاً، ص ۱۸۸

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۸۰

۶۱۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۶۲۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ، مکتوبات صدی، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۷

۶۳۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۶۸

۶۴۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۹۷

۶۵۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ، مکتوبات صدی، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۶

۶۶۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۴

۶۷۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۷۷

۶۸۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۴

۶۹۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۷۶

۷۰۔ سید ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلسِ نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۰۹

۷۱۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۷۶

۷۲۔ سید ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلسِ نشریات اسلام، جلد سوم، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۴

۷۳۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ، مکتوبات صدی، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹

۷۴۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ صوفیہ، مطبع مصارف، اعظم گڑھ، ۱۹۴۹ء، ص ۳۷۷

۷۵۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ، مکتوبات صدی، اینچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹
۷۶۔ سید ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلسِ نشریات اسلام، جلد سوم، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۵
۷۷۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۷۶
۷۸۔ سید ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلسِ نشریات اسلام، جلد سوم، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۵
۷۹۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ، مکتوبات صدی، اینچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۳۰
۸۰۔ سید ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلسِ نشریات اسلام، جلد سوم، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۵
۸۱۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۳
۸۲۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۲۶
۸۳۔ ایضاً، ص ۲۳۲
۸۴۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، مجلسِ صوفیہ، مجلسِ نشریاتِ، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۳۶۴
۸۵۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۳
۸۶۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۲۲۳
۸۷۔ شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ، اخبارالاخیار، اکبر بک سیلرز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۴۲
۸۸۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۲۳۱
۸۹۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۲۲۹
۹۰۔ ایضاً، ص ۱۱۵
۹۱۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۲۴۴
۹۲۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۵
۹۳۔ ایضاً، ص ۱۱۶
۹۴۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۰۰
۹۵۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، اردو ادب کی تاریخ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۷۶
۹۶۔ علامہ عبدالعزیز بن شیر ملک، تاریخ حبیبی و تذکرہ مرشدی، حلقہ مصارف گیسو درازؒ، لاہور، ص ۳، (س۔ن)
۹۷۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۶۲

۹۸۔ مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ھند، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۲
۹۹۔ نثار احمد فاروقی، نقدِ ملفوظات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۳
۱۰۰۔ ایضاً، ص ۲۱۴
۱۰۱۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۳۱۳
۱۰۲۔ ایضاً، ص ۳۲۴
۱۰۳۔ ایضاً، ص ۲۶۳
۱۰۴۔ ایضاً، ص ۲۳۷
۱۰۵۔ ایضاً، ص ۲۷۳
۱۰۶۔ حضرت شاہ میناؒ، ملفوظاتِ شاہ میناؒ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۱
۱۰۷۔ پروفیسر محمد اسلم، ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۳۱۱
۱۰۸۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ صوفیہ، مطبع مصارف، اعظم گڑھ، ۱۹۴۹ء، ص ۳۸۰
۱۰۹۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستانِ نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۳۸۰